مقالات ومضامین

قانون انسدادِ توہین رسالت ﷺ

مولانا محمود احمد غازی

گزشتہ دو صدیوں سے دنیا میں مغرب کی ہمہ جہت بالا دستی رہی ہے، جس نے اسلام کے بارے میں متعدد غلط فہمیوں کو پھیلانا اپنا ہدف قرار دیا ہے۔

نظریاتی اعتبار سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ زندگی، کائنات اور کائنات میں انسان کے اپنے مقام کے بارے میں اسلام اپنے پیروں کے رویہ کا تعین کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں میں یہ ایک عمومی احساس بھی موجود ہے کہ ہمارے مغربی دوست اور ان کے مغرب زدہ مقلدین بہت سے اہم مسائل و معاملات کے متعلق ان کے نقطۂ نظر کی مناسب تفہیم سے قاصر ہیں۔ اگر دنیا کے بارے میں کسی قوم کا نقطۂ نظر، اس قوم کے تخیلات اور آراء کے تعین میں کوئی کردار ادا کرتا ہے تو اس کے نقطۂ نظر میں تغیر ناگزیر ہوگا اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک ایسا معاشرہ جس میں اخلاقی اقدار اور خاندانی زندگی کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہو، وہ اس معاشرے سے یقیناً مختلف ہوگا جس معاشرے میں صرف معاشی اور ذاتی مفادات کو ہی لائق ترجیح تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ایک مسلم معاشرے میں میاں بیوی کے درمیان خانگی تعلق، مغربی معاشرے میں میاں بیوی کی معاشرت سے بالکل مختلف ہوگا۔

اسلام میں معاشرے اور ریاست بذات خود کوئی مقصد نہیں، بلکہ بعض مقاصد اہداف کے حصول کا ایک ذریعہ ہیں۔ قرآن حکیم کی رو سے تو اصل مقصد انسانی شخصیت کی اس طرح تعمیر ہے کہ وہ (انسان) اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق عدل و انصاف پر مبنی اور بلند اخلاق کی حامل دنیا کی تعمیر میں معاون و مددگار ثابت ہو۔ (۱) چنانچہ انسان کو اس بات کا بے حد احساس ہونا چاہیے کہ اسے بالآخر اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔ (۲) یہ حساب کتاب کلی، ناگزیر اور اٹل ہوگا اور کوئی فرد اس سے بچ نکلنے کی توقع بھی نہیں کر سکتا۔ اس ناگزیر محاسبہ سے ہر انسان کو بہرحال گزرنا ہوگا، جس کے بغیر حقیقی انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔

اسلام کے ابدی اصولوں پر استوار معاشرے کو اس آخری امتحان میں کامیابی کے لیے کوشش کرنا ہی ہوگی، کیونکہ اگر ''یومِ حساب'' کا تصور کمزور پڑ جائے، اس کا شعور مدہم ہو جائے، تو مرد اور عورت کی مادی اور صنفی خواہشات اور ان کی باہمی رغبت کھل کھیلنے لگیں گی۔ چنانچہ اس اعتبار سے کوئی اسلامی ریاست اپنے شہریوں کے

اخلاقی رویوں سے لاتعلق نہیں رہ سکتی۔ اسے بہرحال اپنے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے نہایت سرگرم نظریاتی کردار ادا کرنا ہوگا۔ صرف اسلامی ریاست ہی نہیں، بلکہ کوئی بھی مہذب سیاسی نظم اپنی اس بنیاد سے صرف نظر نہیں کرسکتا کہ جس پر وہ استوار ہو، ماضی قریب میں ہم نے جدید دنیا کی نہایت طاقتور نظریاتی ریاستوں میں سے ایک سلطنت کو اپنے قومی پروگراموں اور بین الاقوامی پالیسیوں کی تشکیل وترتیب میں نہایت سرگرم نظریاتی کردار ادا کرتے دیکھا ہے۔ ''جدید'' مغربی ریاستیں برسرِ اقتدار سپر طاقت کے مقاصد کو آگے بڑھاتے ہوئے بھی اپنی بقا کی فلسفیانہ بنیادوں سے لاتعلق نہیں رہتیں۔ چنانچہ سیاسی جماعتوں کا وجود اور بالغ حق رائے دہی، آزاد معیشت اور آزاد روی کا حامل معاشرتی ڈھانچہ وغیرہ مغربی نظامِ حیات کے بنیادی پتھر ہیں۔ اپنے ان نظریات وتخیلات سے مغرب اس طرح وابستہ ہے کہ بسا اوقات ان کا رویہ تیسری دنیا کی اقوام کے لیے سیاسی اور شعوری اعتبار سے گلا گھونٹنے کے مترادف دکھائی دیتا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جدید مغرب اور مشرق میں اس کے حاشیہ بردار، مسلمانوں کو اتنی آزادی دینے کو بھی تیار نہیں کہ وہ (بعض) مغربی اقدار سے صرف نظر ہی کرسکیں۔ حتیٰ کہ مغرب کو مسلمانوں کا وہ جمہوری نظام بھی قابلِ قبول نہیں ہوتا، جس میں مغرب کی معاشرتی اقدار، اقتصادی توجیہات اور سیاسی مفادات کا تحفظ وفروغ کارفرمانہ ہو۔ الجزائر میں جو کچھ ہوا، مسلمان اسے مغرب کی طرف سے الجزائری عوام کے حق خود ارادیت سے انکار تصور کرتے ہیں۔ فرانس میں نامور مسلم اہلِ علم کی دو درجن تصانیف پر پابندی دراصل مغربی تعصب کا ہی ایک نمونہ ہے اور یہ بات بڑی عجیب ہے کہ (ملعون) رُشدی کی تصانیف پر پابندی کو نکتہ چینی کا نشانہ بنانے والے مسلمانوں کی کتابوں پر ''مہذب پابندی'' کے خلاف آواز بلند کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اسی طرح فرانس میں معصوم مسلم طالبات کی طرف سے سروں پر اسکارف اوڑھنے کے خلاف ردّعمل بھی مسلمانوں کے خلاف ناروا تعصب کا ایک مظاہرہ ہے۔

رواداری...... اسلامی انداز نظر: اسلامی ریاست بالکل اسی طرح اپنی معاشرتی اقدار کے تحفظ کی ذمہ دار ہے، جس طرح مغرب اپنی اقدار اور نظریات کے تحفظ کی فکر میں رہتا ہے۔ جو قوم اپنے بنیادی مسلمات پر سمجھوتہ کرلے، اس کی تباہی یقینی ہوجاتی ہے۔ اگر ہیٹی اور پانامہ (جنوبی امریکہ) کے ساتھ اس کا طاقتور ہمسایہ ملک، کسی تحمل ورواداری کا سلوک نہیں کرسکتا، تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ تحمل وبرداشت کی بھی حدود ہیں، جن کے باہر یہ جذبے روبہ کار نہیں آسکتے۔ مسلم معاشرہ اس وقت تک بنیادی طور پر اقدار کا پابند معاشرہ ہوتا ہے، جب تک وہ اس پیغام کار پر کاربند ہو، جو بنیادی طور پر دین سے عبارت ہوتا ہے۔ نسلی معاشروں میں نسل کو، رنگ پرست معاشروں میں رنگ کو اور بعض دوسرے معاشروں میں اقتصادی مفادات کو جو اہمیت اور مقام دیا جاتا ہے، ایک مسلم معاشرے میں وہی اہمیت اور مقام ان دینی وقانونی اصولوں کو حاصل ہوتا ہے جو قرآن حکیم میں بیان کیے گئے ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام ملے جلے معاشرے کا مخالف ہے۔ تاریخ اسلام میں اس امر کے بہت سے شواہد موجود ہیں کہ تقریباً سبھی مسلم ریاستوں میں بے شمار مذہبی ثقافتی اور دیگر اقلیتی گروپ موجود رہے ہیں۔ بغداد کے عیسائیوں اور ہسپانیہ (اسپین) کے اموی حکمرانوں کے دور میں یہودیوں کی قدر و منزلت تو مثالی تسلیم کی جاتی رہی ہے۔ یہ بات بلاخوف و تردید کہی جاسکتی ہے کہ اسلامی معاشرہ تاریخ میں کثیر المذہبی اور کثیر الثقافتی معاشرے کی واحد مثال ہے۔

یہ بات کسی کو اچھی لگے یا اچھی نہ لگے، لیکن یہ کہنا پڑتا ہے کہ مغرب میں مسلم اقلیتوں کو جب رسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے، وہ خود ان ممالک کے اصولوں اور نظریات سے بلند آہنگ دعوؤں کے بالکل برعکس ہے۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ فرانس جیسے ملک میں، جہاں آزادی کی روایات، مسلمات اور انسانی اخوت کا بلند آہنگ شور مچایا جاتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔

اس پس منظر میں کسی ایسے قوانین (جن کا مقصد اسلامی معاشرے، اسلامی ثقافت کی بنیاد اور اسلامی نظریہ کا تحفظ ہے) ان پر نکتہ چینی ہمارے فہم و تصور سے بالاتر ہے۔ توہینِ رسالت ﷺ کے قانون کا مقصد تو پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شخصیت کا احترام اور تحفظ ہے۔ یہ قانون ان روایتی معنوں میں ''توہین'' کا قانون ہی ہے، جو مختلف مغربی ممالک میں رائج ہے۔ نہ اسے قرون وسطیٰ کے یورپ کے ان قوانین کے مماثل قرار دیا جاسکتا ہے جو مذہبی شخصیات کی توہین یا ان کے خلاف باتیں کرنے والوں پر نافذ کیے جاتے تھے، نہ اسے اسپین میں مسلم دور کے بعد ملحدین کے خلاف رائج قوانین سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ درحقیقت یہ قانون رہنمائی اور ہدایت کے اس سرچشمہ کے حرمت کی تحفظ کے لیے ہے، جس پر اسلام کی قانونی، آئینی، سماجی اور ثقافتی عمارت کھڑی ہے۔ اس رہنمائی کے تقدس اور حرمت کی ضمانت تو بنیادی طور پر اسلام پر ایمان رکھنے والوں کی اس نظریہ سے وابستگی اور شعور ہی فراہم کرتے ہیں۔ اگر ان کے ایمان کو ہی چیلنج کیا جائے تو اس کا مطلب پورے نظام کی بنیاد ہلانے کے مترادف ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شخصیت کی حرمت کے بارے میں نہایت حساس رہا ہے۔ صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے دور سے اب ہمارے دور تک، دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف حالات اور تاریخ کے مختلف مراحل کے دوران رسولِ اسلام ﷺ کی شخصیت کی حرمت کے بارے میں مسلمانوں کے ردِّ عمل کا تسلسل بھی ہماری اپنی گزارشات کی روشنی میں دیکھا اور سمجھا جانا چاہیے۔

قانون...... ایک تاریخی تجزیہ! اب تک یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آجانی چاہیے کہ پاکستان میں نافذ قانون توہین رسالت ﷺ نہ تو مذہبی تعصب یا ہٹ دھرمی ہے، نہ یہ پاکستانی مسلمانوں کی مذہبی ''دیوانگی'' کی کوئی شکل ہے اور نہ ہی اسے ملک کے قانونی نظام میں کسی جبر سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ قانون دراصل اسلام کی روایات

اور اس مسئلہ (توہین رسالت ﷺ) کے متعلق مسلمانوں کے ادراک وشعور کے عین مطابق ہے۔ (۳)

قانون توہین رسالت ﷺ کی دینی اور قانونی بنیاد کی صراحت و وضاحت سے قبل جو اس قانون کا اصل الاصول ہیں، ہمیں اس قانون کی دفعات کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہاں یہ صراحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ تعزیرات پاکستان جو ۱۸۶۰ء (قیام پاکستان سے پہلے یہ تعزیرات ہند کے نام سے نافذ ہوئیں) میں نافذ العمل ہوئیں، ایک بالکل الگ باب (باب ۱۵) موجود ہے۔ اس میں مذہب سے تعلق رکھنے والے جرائم اور ان کی سزاؤں کا تعین کیا گیا ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اب سے بہت پہلے یعنی ۱۸۶۰ء میں ان تعزیرات کے برطانوی مصنف اور حکومت برطانیہ نے مذہب سے متعلق جرائم کو تسلیم کیا تھا۔

یہ باب (باب ۱۵) ۴ دفعات ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷ اور ۲۹۸ پر مشتمل تھا، جو کسی طبقہ کے مذہب کی توہین کی نیت سے اس کی عبادت گاہ کو نقصان پہنچانے یا کسی مذہبی اجتماع میں خلل اندازی، کسی طبقہ کے قبرستان میں مداخلت بے جا کرنے یا ایسے الفاظ منہ سے بولنے کے جرم سے متعلق تھیں، جس کا مقصد جان بوجھ کر کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا ہو۔ یہ دفعات قانون کی کتاب میں ۱۳۹ برس سے بھی زیادہ عرصہ سے موجود تھیں اور ان کے تحت سینکڑوں مقدمات درج ہوئے اور نمٹائے جاتے رہے۔ قانون کی ان دفعات میں سموئے ہوئے بنیادی نظریات پر نہ صرف برطانوی ہند کی عدالتوں میں بلکہ پریوی کونسل تک میں، تفصیل سے بحث کی گئی ان کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا اور مختلف سطح کی عدالتوں اور پریوی کونسل میں بھی ان کی توضیح وتشریح کی گئی۔ چنانچہ قانون کے مطابق کسی کے ''مذہبی معتقدات کی بے حرمتی''، ''مذہبی جذبات کو مجروح کرنے'' یا ''مذہبی عقائد کی توہین'' جیسی اصطلاحات کی تعبیر وتشریح میں کسی نوع کا کوئی ابہام موجود نہیں۔

۱۸۶۰ء میں ان دفعات کے نفاذ کے فوراً بعد ہی محسوس کیا گیا کہ برطانوی ہند کے مختلف گروہوں میں مذہبی حساسیت میں اضافہ سے پیدا ہونے والی صورت حال سے نمٹنے کے لیے یہ دفعات ناکافی ہیں۔ چنانچہ نہ صرف برطانوی دورِ حکومت کے دوران میں بلکہ ۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد بھی مختلف مراحل پر اس باب میں مزید دفعات کا اضافہ کیا جاتا رہا۔ چنانچہ اس باب میں درج اصل دفعات کا اندراج بے جا نہ ہوگا۔

دفعہ ۲۹۵: کسی طبقہ کے مذہب کی توہین کی نیت سے، ان کی عبادت گاہ کو نقصان پہنچانا یا اس کی بے حرمتی کرنا جو کوئی شخص، کسی بھی عبادت گاہ کو تباہ کرے گا، یا اس کی بے حرمتی کرے گا، یا کسی ایسی چیز کی حرمت یا تقدس کو اس نیت سے نقصان پہنچائے گا، جسے افراد کا کوئی گروہ متبرک (مقدس) خیال کرتا ہو کہ اس طبقہ کے مذہب کی توہین کی جائے یا یہ جانتے ہوئے کہ افراد کا کوئی طبقہ اس نوع کی نقصان اندازی، بے حرمتی یا توہین کو اپنے مذہب کی توہین خیال

کرے گا۔ (ایسے شخص یا اشخاص کو) دو سال تک قید کی سزا دی جا سکے گی، یا جرمانہ کیا جا سکے گا یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔

دفعہ ۲۹۶: کسی مذہبی اجتماع کو درہم برہم کرنا، کوئی شخص جو کسی ایسے اجتماع میں بالارادہ درہم برہم کرے گا، جو قانونی طور پر عبادت کی غرض سے ہو رہا ہو، یا مذہبی رسوم ادا کراتا ہو، اسے ایک سال تک قید کی سزا دی جا سکے گی یا جرمانہ کیا جا سکے گا یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔

دفعہ ۲۹۷: قبرستان وغیرہ میں مداخلت بے جا کرنا، کوئی شخص جو کسی شخص کے مذہب کی توہین کی نیت سے، یا یہ جانتے ہوئے کہ اس طرح کسی شخص کے جذبات مجروح ہو سکتے ہیں، یا کسی کے مذہب کی توہین ہو سکتی ہے، کسی عبادت گاہ، بُت خانہ، یا میت (لاش) کو رکھنے کی مخصوص جگہ میں مداخلت بے جا کا مرتکب ہوگا، یا کسی انسانی لاش کی بے حرمتی کرے گا یا مرنے والے کی آخری رسوم کی ادائیگی کے اجتماع میں مداخلت کرے گا، اسے سزائے قید دی جا سکے گی، جو ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ کا مستوجب ہوگا یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔

دفعہ ۲۹۸: دوسروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی نیت سے، منہ سے الفاظ وغیرہ ادا کرنا، کوئی شخص جو عمداً کسی شخص کے مذہبی جذبات مجروح کرنے کی نیت، کوئی الفاظ منہ سے نکالتا ہو، یا اسے سنا کر ایسی آواز خارج کرتا ہو، یا اس شخص کی نظر کے سامنے کوئی ایسی چیز رکھ دیتا ہو، ایک سال تک سزائے قید کا مستوجب ہو سکتا ہے یا اسے جرمانہ کیا جا سکتا ہے یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

ہر چند کے مندرجہ بالا دفعات طویل اور بلند آہنگ محسوس ہوتی ہیں، مگر بنیادی طور پر یہ امن و امان قائم رکھنے کے قوانین ہیں، جو ایک نوآبادیاتی لادینی حکومت نے وضع کیے تھے، جن کا مقصد کسی مذہب یا نظریہ کے تحفظ کے بجائے برطانوی شہنشاہیت میں امن قائم رکھنا تھا۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان قانونی دفعات میں وہ تمام بنیادی عناصر شامل ہیں، جو دفعہ ۲۹۵ سی میں شامل کیے جانے کے بعد آج کسی نہ کسی بہانے تنقید کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ ''اہانت'' (Insult) اور ''بے حرمتی'' (Defile) مبہم اصطلاحات ہیں، ان کی غلط تعبیر و تشریح کے لامحدود امکانات ہیں اور ان کا غلط اطلاق بھی ہو سکتا ہے۔'' یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ''کسی مذہبی شخصیت کی اہانت یا بے حرمتی کے سلسلے میں جو حدود و قیود عائد کی گئی ہیں، وہ ان انسانی حقوق کے منافی ہیں، کہ جن کی ضمانت آئین میں دی گئی ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نوع کی ''مبہم'' اور ''غیر واضح'' اصطلاحات سمیت یہ قانونی دفعات گزشتہ ۱۳۴ سالوں سے قانون کی کتب میں موجود ہیں اور ان کے باعث ایسی کوئی مشکل پیدا نہیں ہوئی، جو آج محسوس کرنے کا عذر تراشا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہی حقیقت یہ نتیجہ اخذ

کرنے کے لیے کافی ہے کہ ان اصطلاحات کی نہ تو غلط تعبیر وتشریح ہو سکتی ہے اور نہ ان کا کوئی غلط اطلاق ممکن ہے۔

برطانوی دور حکومت میں بھی تعزیرات کے اس باب کے دائرہ اطلاق میں توسیع کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء میں ایک ترمیم کے ذریعے یہ ضرورت پوری کی گئی۔ یہ ترمیمی دفعہ (۲۹۵ الف) ذیل میں دی جا رہی ہے۔

دفعہ ۲۹۵: (الف) سوچ سمجھے اور خبث باطن پر مبنی کسی عمل (یا اعمال) کے ذریعے کسی طبقہ کے مذہب یا مذہبی جذبات کی اس لیے توہین کرنا کہ اس طبقہ کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کیا جائے، جو کوئی عمداور سوچ سمجھے برے ارادے کے ساتھ پاکستان کے شہریوں کے کسی بھی طبقے کے مذہبی احساسات کی تذلیل کرنے کے لیے بذریعہ الفاظ جو بولے گئے ہوں یا لکھے گئے ہوں یا کسی بھی واضح طور طریقہ سے، کسی بھی طبقہ کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرنے کا دو سال تک سزائے قید کا مستوجب ہوگا یا اسے جرمانہ کیا جائے گا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

جب پاکستان ایک آزاد مملکت کے طور پر معرض وجود میں آیا تو تعزیرات کے اس باب کا دائرہ کار مزید بڑھایا گیا۔ یہ توسیع ماسوائے اصل قانون کی مزید توضیح کے اور کچھ نہ تھی۔ ہم اس قانون میں اضافہ کی جانے والی دفعات کا تاریخ وار ذکر کرتے ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں تعزیرات پاکستان کے (ترمیمی) آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۲ء کے ذریعہ دفعہ ۲۹۵ بی کا اضافہ کیا گیا، جو اس طرح ہے۔

دفعہ ۲۹۵: (بی) قرآن مقدس کی توہین کرنا وغیرہ، کوئی شخص جو عمداً قرآن حکیم کے نسخہ یا اس کی کسی آیت کی بے حرمتی کرتا ہے، اسے نقصان پہنچاتا ہے یا اس کا استعمال توہین آمیز طریقہ سے کرتا ہے یا کسی غیر قانونی مقصد کے لیے ایسا کرتا ہے، عمر قید کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

۱۹۸۴ء میں اس باب میں مزید دفعات شامل کی گئیں، تاکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت، ان کے اہل بیت اور ان ﷺ کے آخری نبی ﷺ (خاتم النبین) ہونے (کے عقیدہ) کے تحفظ کے لیے زیادہ موثر (قانونی) قوت فراہم کی جاسکے۔ یہ اقدام ایک ایسا قانون بنانے کی طرف بڑا بنیادی اقدام تھا، جو مسلمانوں کی صدیوں سے قائم روایات اور مستند معیار کے مطابق ہو۔ مسلمانوں کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کا اقدام بہت بڑی بغاوت ہے، جس کی سزا موت ہی ہو سکتی ہے۔

چنانچہ آئین چوتھی ترمیم مجریہ ۱۹۷۴ء روبہ عمل لانے اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی ترامیم کے ذریعے (جو آئینی ترامیم اس وقت پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے منظور کی تھی) درج ذیل تین دفعات ایک آرڈیننس کے ذریعے نفاذ کی گئیں، جسے ''قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی اسلام مخالف سرگرمیوں (کے امتناع و سزا) کا آرڈیننس ۲۰، مجریہ ۱۹۸۴ء'' قرار دیا گیا۔

دفعہ ۲۹۸: (اے) مقدس ہستیوں کے خلاف توہین آمیز الفاظ (ریمارکس) وغیرہ ادا کرنا، کوئی شخص جو بولے گئے یا تحریری الفاظ یا کسی بھی واضح انداز میں یا بذریعہ بہتان طرازی، یا اشارہ کنایہ میں ازالہ حیثیت عرفی، براہِ راست یا بالواسطہ طور پر کسی ام المومنینؓ کے اسم پاک کی توہین کرے گا یا حضور پاک ﷺ کے اہل بیتؓ یا کسی خلیفہ یا راشدؓ یا صحابۂ کرامؓ میں سے کسی کی توہین کا مرتکب ہوگا، ۳ سال تک سزائے قید کا مستوجب ہوگا یا اسے جرمانہ کیا جاسکے گا یا دونوں سزائیں دی جاسکیں گی۔

دفعہ ۲۹۸: (بی) بعض خاص مقدس ہستیوں کے لیے مخصوص خطابات، القابات وغیرہ کا غلط استعمال۔

ا...قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی فرد (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں، یا کسی اور نام سے خود کو موسوم کرتے ہیں) بولے گئے یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا کسی بھی واضح انداز میں۔

(الف) پیغمبر محمد ﷺ کے خلیفہؓ یا ان ﷺ کے صحابیؓ کے سوا کسی اور شخص کو ''امیر المومنین''، ''خلیفۃ المسلمین''، ''صحابی'' یا ''رضی اللہ عنہ'' کہہ کر پکارتا یا اس کا ذکر کرتا ہے۔

(ب) حضور پاک ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ کے سوا کسی اور فرد کو ''امّ المومنین'' کہہ کر پکارتا یا اس کا ذکر کرتا ہے۔

(ج) نبی پاک ﷺ کے اہل بیت کے سوا کسی اور شخص کو ''اہل بیت'' کہہ کر پکارتا ہے یا اس کا ذکر کرتا ہے۔

(د) یا اپنی عبادت کی جگہ کو ''مسجد'' کا نام دیتا ہے، ''مسجد کہہ کر پکارتا یا اس کا ذکر کرتا ہے، تین سال تک سزائے قید کا مستوجب ہوگا اور اسے جرمانہ بھی کیا جاسکے گا۔

۲...قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی فرد (جو فرد کو ''احمدی'' کہتے یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) اپنے عقیدہ کے لوگوں کو عبادت کے لیے بلانے کے طریقہ کو ''اذان'' قرار دیتا ہے یا اس طرح اذان دیتا ہے، جس طرح مسلمان اذان دیتے ہیں، تین سال تک سزائے قید کا مستوجب ہوسکتا ہے اور اسے جرمانہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

دفعہ ۲۹۸: (سی) قادیانی گروپ وغیرہ کے کسی فرد کا خود کو مسلمان کہلانا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ یا نشر و اشاعت کرنا، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی فرد (جو خود کو احمدی کہتے یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) براہِ راست یا بالواسطہ طور پر خود کو مسلمان ظاہر کرے گا یا خود کو مسلمان قرار دے گا، اپنے مذہب کو ''اسلام'' قرار دے گا یا اپنے عقیدہ کی تبلیغ یا نشر و اشاعت کرے گا یا دوسروں کو اپنا مذہب اختیار کرنے کی دعوت دے گا یا بولے گئے یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا کسی بھی واضح انداز میں یا کسی بھی طرح مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو اشتعال دلائے گا، تین سال تک سزائے قید کا مستوجب ہوگا اور اسے جرمانہ بھی کیا جاسکے گا۔

آخرکار ۱۹۸۶ء میں مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) نے متفقہ طور پر ''ضابطہ فوجداری کا (ترمیمی) قانون ۳ مجریہ

۱۹۸۶ء' منظور کیا۔ جس کے تحت قبل ازیں مذہب، مذہبی معتقدات، عبادت گاہوں، پیغمبر اسلام ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کو دیا گیا تحفظ ان تمام مقدس ہستیوں تک وسیع کر دیا گیا، جن کا ذکر اسی عزت وتوقیر کے ساتھ کیا جاتا ہے، جو ان (مندرجہ بالا) ہستیوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ دفعہ ۲۹۵ (سی) کو تعزیراتِ پاکستان کا حصہ بنادیا گیا۔

دفعہ ۲۹۵: (سی) نبی اکرم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز بات کرنا وغیرہ، جو کوئی بھی زبانی یا تحریری الفاظ کے ذریعے یا واضح انداز میں یا بذریعہ بہتان طرازی یا بذریعہ طعن آمیز اشارہ، کنایہ، براہ راست یا بالواسطہ طور پر نبی پاک محمد ﷺ کے اسم مبارک کی بے حرمتی کرتا ہے، سزائے موت کا مستوجب ہوگا یا اسے تاحیات سزائے قید دی جائے گی اور اسے جرمانہ بھی کیا جاسکے گا۔

اس قانون میں بہرحال دو سزائیں دی گئی ہیں، سزائے موت یا تاحیات سزائے قید۔ اس قانون کو ملک کے بعض سنیئر وکلاء اور ماہرین قانون نے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا۔ عدالت نے خاصے عرصے تک اس درخواست کی سماعت کی اور متعدد اسکالروں (علماء) اور قانون دانوں کو بھی طلب کیا، تاکہ وہ اس موضوع پر اپنی آرا پیش کر کے عدالت کی مدد کریں۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو عدالت نے اس درخواست کا متفقہ فیصلہ سنایا۔ عدالت نے قرار دیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین یا ان کے اسم مبارک کی بے حرمتی کے جرم کی متبادل سزا، تاحیات قید، اسلام کی واضح نصوص (احکام) کے منافی ہے۔ چنانچہ یہ شریعت کے بھی منافی ہے۔ حکومت نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں پیش کیا، اس فیصلے کو چیلنج نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس کا مقصد فیصلہ کے بعض تلخ پہلوؤں کی وضاحت حاصل کرنا تھا۔

اسی اثناء میں ایک نئی حکومت نے ملک میں اقتدار سنبھال لیا، جس نے سپریم کورٹ سے یہ اپیل ہی واپس لے لی۔ بعض لوگوں نے حکومت کے اس اقدام کو تنقید کا نشانہ بنایا اور اس سنگین جرم کے لیے صرف موت کی سزا قائم رکھنے پر اپنے ذہنی تحفظات کا اظہار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے یہ ذہنی تحفظات عوامی سطح پر کوئی پذیرائی حاصل نہ کر سکے۔ نہ صرف رائے عامہ کے رہنماؤں نے، بلکہ منتخب اداروں اور قانون ساز اسمبلیوں نے بھی عوامی جذبات کو زبان دی۔

۲ جون ۱۹۹۲ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی، جس میں حکومت سے کہا گیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین پر صرف اور صرف سزائے موت ہی دی جانی چاہیے۔ سینٹ نے بھی یہی راہ عمل اختیار کی۔

۸ جولائی ۱۹۹۲ء کو سینٹ میں ترمیمی قانون متفقہ طور پر منظور کیا گیا، جس میں اس جرم کے لیے صرف موت کی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر عوام کی مرضی پر عمل کرنے کے اصول کا کچھ مقصد ہے، اگر مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے دونوں ایوانوں کا متفقہ فیصلہ پاکستان کے عوام کے اجتماعی ضمیر کا اظہار ہے، تو یہ قانون ہماری قومی تاریخ میں ایک

سب سے زیادہ عوامی قانون تسلیم کیا جانا چاہیے۔
اتنی سخت سزا کیوں؟:...کسی پیغام بر (پیغمبر) کی توہین دراصل اس پیغام کی اور وہ پیغام بھیجنے والے کی توہین ہوتی ہے۔ پھر پیغام بھیجنے والا اگر مذہبی اعتبار سے نہ صرف مقدس ہے بلکہ آخری اتھارٹی بھی ہو اور اس کے پیروکاروں کو اس کے ساتھ شدید جذباتی وابستگی بھی ہو، بلکہ وہ اپنے فرستادہ (نظام) کی صداقت کا منبع بھی ہو تو توہین کا جرم اور زیادہ سنگین ہوا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان، خاص طور پر صحابہ کرامؓ، توہین رسالت کو مسلمانوں اور دوسری مذہبی برادریوں کے درمیان طے پانے والے معاہدوں کی تنسیخ کے لیے کافی بنیاد تصور کرتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاہکار تصنیف ''کتاب الأم'' میں بعض معاہدوں کے مسودات تحریر کیے ہیں، جو غیر مسلموں سے طے کیے جاسکتے ہیں۔ ان ''مسودہ معاہدات'' میں انھوں نے ایک دفعہ رکھی ہے، جس کے تحت تمام معاہدات، عہدنامے، کسی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی محبت اور ان ﷺ کی تکریم ہے۔ دوسرے مذہبی گروہ مثلاً اہلِ یہود بھی ہیں جو اہلِ اسلام کی طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلاشبہ دونوں مذہبی گروہوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات کے بارے میں تصورات پر اختلاف ہے، لیکن اس کے باوجود دونوں کے درمیان توحید کے بنیادی نظریہ پر مکمل اتفاق ہے۔ اسی طرح اہل یہود اور نصاریٰ کے بعض گروہوں کے درمیان بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین اور اتفاق رائے ہے۔ ان دونوں گروہوں کو ہمیشہ الگ الگ مذہبی برادری تصور کیا جاتا ہے، جو ایک دوسرے سے مختلف مذہبی نظریات کے حامل ہیں، کیونکہ وہ دونوں مختلف شخصیات کو اپنا پیغمبر (نبی علیہ السلام) تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی برادری (یا گروہ) میں کسی پیغمبر کو جو درجہ یا فوقیت حاصل ہوتی ہے، وہ ان دوسری تمام تعظیمات سے بڑھ کر ہوتی ہے جو سیکولر یا لادین معاشرے میں رائج ہوتی ہیں۔ مذہبی برادریاں اپنے پیغمبر کی حرمت وتقدس کے تحفظ میں اپنی ذمہ داریوں سے کبھی غافل نہیں ہوسکتیں۔

مسلم ماہرین فقہ (ماہرینِ قانون) کے اس فہم وادراک کی تائید بہت سے مسیحی اسکالر اور ماہرین الہیات بھی کرتے ہیں۔ قرونِ وسطیٰ کے ایک عظیم مسیحی ماہرِ الہیات سینٹ آگسٹائن نے کہا ہے ''چنانچہ جو وحی کی صداقت کو جانتے ہوئے بھی اس سے بے وفائی کی اجازت دیتا ہے، اسے برداشت کرتا ہے، ان لوگوں سے زیادہ بُرے جرم کا مرتکب ٹھہرتا ہے، جو وحی کو تسلیم ہی نہیں کرتے'' (۴) کئی دوسرے مسیحی ماہرالہیات بھی سینٹ آگسٹائن کی تقلید کرتے ہوئے اسی نظریہ پر یقین رکھتے ہیں۔

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ آیا آگسٹائن الہیات کے موضوع پر مسلم ماہرین کی تصانیف سے متاثر تھے یا نہیں؟ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن ہے، جو علم ماہرینِ الہیات نے پیش کیا ہے، ان کے نزدیک (توہین رسالت ﷺ کے مرتکب کے لیے) عفو یا معافی کا معاملہ، نتائج کے اعتبار سے کہیں زیادہ سنگین ہے، جتنا کہ اسے سمجھا جاتا ہے۔ وہ فرد جس کا ایمان ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات وحی الٰہی ہیں اور یہ قطعی صداقت پر مبنی ہیں، ان (حضور ﷺ) کی توہین منطقی اعتبار سے اس کے ایمان کے منافی ہوگی۔ (جاری ہے)

الاشرف ٹرسٹ کی جانب سے غریب
طلباء وطالبات کیلئے خصوصی تعاون
اور رعایت غریب مستحق طلباء رابطہ کریں

ادارہ کی مطبوعہ درسی کتب بخاری شریف.....مسلم شریف
ترمذی شریف.....ابوداؤد شریف.....ابن ماجہ
سنن نسائی.....مسند امام اعظم.....شرح وقایہ اخیرین
اور دیگر تمام درسی کتب اور شروحات دستیاب ہیں

ہر حافظ کی ضرورت

پہلی بار تجویدی قرآن پاک جس کے ہر صفحہ کے حاشیہ پر آسان انداز میں متوقع متشابہات درج ہیں تجوید کے ضروری قواعد مثلاً غنہ وقلقلہ وغیرہ ہر صفحہ کے حاشیہ پر قرآنی خط ہی میں متشابہات کی تفصیلات۔ مکررہ آیات کی ہر جگہ تعداد وتعیین۔ عالمگیر شہرت یافتہ شیخ القراء حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کی تالیف ''متشابہات القرآن'' جس سے استفادہ اب ہر حافظ کیلئے آسان نہ تھا۔ اس تجویدی قرآن پاک میں حضرت ہی کے افادات سے استفادہ اس انداز میں کیا گیا ہے کہ اب ہر حافظ بآسانی متشابہات کو یاد کر سکتا ہے۔ کونسی آیت کہاں کہاں اور کتنی مرتبہ ہے اسکا معلوم کرنا نہایت آسان۔ قلیل مدت میں تصحیح حروف کیلئے بہترین تحفہ۔ ان شاء اللہ بہت جلد انہی خوبیوں سے آراستہ 15 سطری قرآن مجید بھی شائع کیا جائیگا۔ اعلیٰ غیر ملکی پیپر خوبصورت جلد قیمت -/120 روپے تقسیم کیلئے خصوصی رعایت

عصر حاضر کی پریشان حال...زخم خوردہ...دکھی اور خستہ حال انسانیت کیلئے ایک امید افزاء کتاب جس میں مایوسی میں امید کی کرن ناگواری میں خوشگواری کا پیغام ہے اور ہر زخم کے لئے مرہم ہے معاشرہ میں پھیلی ہوئی ڈپریشن...امراض وسانحات...واقعات وحادثات میں گھرے ہوئے مایوس انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر جینے کا ڈھنگ اور خوش رہنے کا سلیقہ سکھاتی ہے اور اس کے علاوہ بہت کچھ سکون آور گولیوں...انجکشن یا اشتہاری عاملوں کے جال میں پھنسنے کی بجائے شریعت کے سدابہار درخت کی چھاؤں میں آیئے۔ سکون قلب حاصل کرنے کیلئے یہ مفید کتاب خود پڑھئے اپنے مایوس پریشان احباب کو تحفہ میں دیجئے اور ان کی دعائیں لیجئے۔ قیمت 150 رعایتی قیمت 90 روپے

علاماتِ قیامت حضرت مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ ★ قیامت سے پہلے کیا ہوگا؟ مولانا محمد ولی رازی مدظلہ
الخلیفة المهدی فی الأحادیث الصحیحه از شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
عقیدہ نزول سیدنا مسیح علیہ السلام علامہ محمد عبداللہ مدظلہ تلمیذ رشید مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ
دجالی فتنہ کی تفصیلات حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی رحمہ اللہ ★ تحقیق یاجوج ماجوج مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ
عصر حاضر حدیث کے آئینے میں ★ علامہ ابن عربی ومولانا نعمت اللہ شاہ کی پیشگوئیاں
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ اکابر کی تحریرات سے مزین مستند مجموعہ قیمت -/135 رعایتی -/80

تعارف قرآن.....تدوین قرآن.....قرآنی سورتوں آیات اور حروف کے متعلق عجیب معلومات.....حفظ قرآن کی اہمیت وفضیلت.....حفظ قرآن کیلئے اہم ضوابط.....تھوڑی مدت میں حفظ کرنے والے عشاق قرآن کے حالات وواقعات.....تلاوت قرآن کے فضائل.....عظمت برکت اور تاثیر کے حیرت انگیز واقعات اور ان جیسے معلومات قرآنی پر مشتمل بیسیوں عنوانات کے گرد گھومتی ایک ایسی پرسوز کتاب جو یقیناً حفاظ قرآن کیلئے تحفہ سے کم نہیں۔ آخر میں سلسلہ قراء رحیمیہ کی سند اور ان کے حیرت انگیز واقعات بھی شامل ہیں۔ جو پڑھنے والے کیلئے عشق قرآن پیدا کر دیتے ہیں اور آدمی میں حفظ قرآن کا شوق اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ بہترین سفید کاغذ قیمت -/150 روپے رعایتی قیمت -/90 روپے

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان ☎ 061 540513 519240

Email:taleefat@mul.wol.net.pk Ishaq90@hotmail.com